International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 02,July-Sep 2024
PP: 01-10

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

Muhammad The Prophet of "مولانا وحید الدین خان اور ان کی کتاب Revolution"کا مطالعاتی جائزہ

Study Review of Mulana Waheed ud din khan and '' Muhammad The Prophet of Revolution'' His book

Dr. Attaullah
Assistant Professor, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur.
Email: *attaullahumarzai@gmail.com*
Muhammad Furqan
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Religious Studies, The University of Haripur.
Email: fk33960@gmail.com
Muhammad Shabir
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Religious Studies, The University of Haripur.
Email: Muhammad.shabir1983@gmail.com

Abstract

After independence, the principle and view of objectivity in biography came out with a new dimension, as a result of which, along with the movement and revolutionary trend, the invitational and reformist tendency in biography increased as well as the public tendency. The way in which the mentioned tendencies of biography after independence highlighted the purpose and importance of biography can be considered as an achievement of biography.In the research under study, its methods, styles and subjects have been evaluated by taking the award-winning English book fo Al-Sirat-ul-Nabawiyyah as a basis. The biography of Muhammad (صلی اللہ علیہ وسلم) is an art form. A biography consists of the events, situations, sayings and actions of any person. But biographers and other scholars have divided the work of biography into different terms by naming it as an art, as if the biographers have derived the art from the habits, actions

CC BY

and good sermons of the Prophet.

***Key Words**: Biography, Reformist, Al-Sirat-ul-Nabawiyyah, Sermons .*

مولانا وحید الدین خان کا تعارف:

پیدائش:

مولانا وحید الدین خان یکم جنوری ۱۹۲۵ء میں اعظم گڑھ (یوپی) کے ایک دور افتادہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جب ان کی عمر چار سال تھی تو والد انتقال کر گئے، ان کی پیدائش چونکہ ایک گاؤں میں ہوئی تھی اس لئے شخصیت اور نظریہ میں بھی وہی فطری رنگ نظر آتا ہے جو ایک گاؤں کی زندگی میں ہوتا ہے جس کا اظہار وہ خود ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"میری ابتدائی زندگی اس دور افتادہ گاؤں میں گزری، یہاں تمدن جیسی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ میرے گاؤں کے پاس ایک ندی بہتی تھی جو گویا یہ خاموش پیغام دے رہی تھی کہ زندگی ایک مسلسل حرکت کا نام ہے نہ کہ جمود کا۔ دن کے وقت سورج کی حیات بخش روشنی اور رات کو ستاروں کی مسحور کن جگمگاہٹ، کائنات کی معنویت کا تعارف کراتی تھی، گاؤں کے چاروں طرف دور تک پھیلے ہوئے باغ اور کھیت کی ہریالی بتاتی تھی کہ زندگی ایک نمو پذیر حقیقت کا نام ہے۔ تازہ ہوا کے جھونکے اور چڑیوں کے چہچہانے کی آواز میں، سمع وبصر اور فواد، کے لیے مسلسل طور پر روحانی غذا کا ذریعہ بنی تھی۔ یہ گویا فطرت کی تعلیم تھی، اس تعلیم گاہ کے اندر میری شخصیت بنی، میرا ذوق ہر اعتبار سے فطری ذوق بن گیا۔ میری سوچ اپنے آپ وہ سوچ بن گئی جس کو آفاقیت اور حقیقت پسندی کہا جاتا ہے۔ ابتدائی دور میں میرا یہ، صحرائی تجربہ، ہر قسم کے منفی تصورات سے خالی تھی، غالباً یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف کی چلائی "الرسالہ تحریک" دور جدید کی وہ اسلامی تحریک تھی جو کسی رد عمل کے تحت شروع نہیں ہوئی بلکہ وہ مکمل طور پر مثبت ذہن کے تحت شروع ہوئی"1

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں کے ایک مدرسہ میں حاصل کی۔ مولانا نے انگریزی کی بجائے اپنی ابتدائی تعلیم مدرسے میں قرآن مجید اور اردو کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی زبان بھی سیکھی۔ مولانا چونکہ بچپن سے ہی باپ کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی کفالت ان کے چچا صوفی عبد المجید خان (وفات ۱۹۴۷ء) نے کی۔ انہی کے اصرار پر ۱۹۳۸ء مس الاصلاح (سرائے میر) میں داخل کرا دیا گیا۔ مولانا نے یہاں مدرسہ کی تعلیم مکمل کی۔ دورانِ تعلیم مولانا امین احسن اصلاحی کے درس سے متاثر ہوئے۔ مولانا وحید الدین خان کی زندگی کے رخ کو جس واقعے کیونے متعین کیا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے ،زندگی کا مقصد کیا ہونا چاہیے وہ یہ ہے۔

"غالباً ۱۹۴۰ء کا واقعہ ہے، مولانا امین احسن اصلاحی (وفات ۱۹۹۸ء) اس وقت مدرسۃ الاصلاح کے صدر مدرس تھے۔ ایک دن کلاس میں قرآن کی یہ آیت زیر بحث آئی۔ "افلا ینظرون إلی الابل کیف خلقت و آیت"2 کی تفسیر کرتے ہوئے انہوں نے طلبا سے ایک سوال کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ اونٹ کے سم پھٹے ہوئے ہوتے ہیں یا جڑے ہوئے کلاس میں اس وقت میں سے زیادہ

طالب علم تھے مگر کوئی بھی یقین کے ساتھ اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک تقریر کی انہوں نے عربی مقولہ لاادری نصف العلم (میں نہیں جانتا کہنا، آدھا علم ہے) کا فلسفہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اپنے نہ جاننے کو جاننا، تعلیمی سفر کی پہلی منزل ہے۔ آدمی اگر اپنی لاعلمی سے بے خبر ہو تو اس کے اندر جاننے کا شوق پیدا نہیں ہو گا، وہ بدستور بے خبر پڑا رہے گا۔ انہوں نے طلبا سے کہا کہ آپ لوگ اونٹ کے سم کے بارے میں اپنے لاادری، سے بے خبر تھے، اگر آپ کو اس معاملے میں اپنے۔ (لاادری) کو جانتے تو اونٹ دیکھ کر آپ اس کو معلوم کر لیتے۔ لیکن اپنے۔ (لاادری) کو نہ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بار بار اونٹ دیکھنے کے باوجود آپ اونٹ کے سم کے بارے میں بے خبر رہے۔ میری ابتدائی زندگی کا یہ واقعہ گویا میرے تفکیری سفر کے لیے ایک رجحان ساز (trend setter) واقعہ بن گیا۔ یوں مولانا صاحب نے اپنی تعلیم مدرسۃ الاصلاح سے مکمل کی اور مدرسۃ الاصلاح کا ایک خاص منظر اور خاص فکر ہے۔ جو مولانا صاحب پر بالواسطہ اور بلاواسطہ اثر انداز ہوا"3

مولانا وحید الدین خان کی دعوتی فکر وخدمات:

۱۹۵۰ء میں پچیس سال کی عمر میں۔ من انصاری الی اللہ۔ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، پھر اسی مقصد کے لیے ادارہ اشاعت اسلام کے نام سے اپنے دعوتی سفر کو جاری رکھا۔ مولانا صاحب سب سے پہلے جس تحریک سے متاثر ہوئے وہ جماعت اسلامی تھی۔ یہاں مولانا کی زندگی کا ایک الگ ہی رنگ تھا۔ بالکل سادہ منش آدمی کے طور پر اپنی اس زندگی کا آغاز کیا۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کے جماعت اسلامی کے ایام کا تذکرہ پروفیسر عدنان ہاشمی نے کچھ یوں کیا ہے۔4

"یہ وہ دور ہے جب مولانا وحید الدین خان صاحب جماعت اسلامی ہند کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے شعبہ نشر اشاعت کے انچارج ہیں۔ سادگی کے پیکر، صوفی منش، اقامت دین کی عظیم ذمہ داریوں کا احساس اس قدر غالب ہے کہ تن بدن کا ہوش نہیں۔ پیروں لکڑی کے تلے اور بڑ کی پٹی والی قدیم طرز کی کنپٹی، لباس معمولی، بال بکھرے ہوئے، ہر وقت ایک ہی دھن کہ دین حق کو بھولا ہوا، اس سے دور، اس کے عظیم برکتوں اور نعمتوں سے محروم آج کا انسانی معاشرہ، راہ حق کے مختصر سے قافلہ کی محنت، لگن ایثار و قربانی سے اگر راہ مستقیم پر آجائے اور اللہ کا دین مغلوبی و محکومی کی پستی سے نکل کر فرد، معاشرہ اور نظام کے اندر جاری وساری اس پر نافذ اور غالب ہو جائے تو یہ اس قافلے کی بھی خوش بختی وسعادت قرار پائے اور ملک ووطن کے انسان بھی اس دین کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہوں۔ یہ تھا اقامت دین کا اعلی وارفع تصور جو جماعت کے تمام متوسلین، ارکان، کارکنان اور ذمہ داران کی طرح خان صاحب کو بھی بے چین کئے رکھتا تھا۔ لیکن یہ امتیازی کیفیت صرف صرف خان صاحب کی ہی تھی جو اپنے نصب العین کے حصول کی فکر میں اس طرح جذب ہو کر رہ گئے تھے کہ بقول ڈاکٹر عبد الباری شبنم سبحانی "خان صاحب کی اس مجذوبیت اور دھن کی کیفیت دیکھ کر آدمی ان کا عقیدت مند ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ مرکزی دفتر کا کوئی کارکن شیروانی پہن کر، سارے بٹن سلیقے سے بند کر کے آتا تو محبت بھری ڈانٹ پڑتی کہ اس طرح نستعلیق، ہو کر آپ اقامت دین کا فریضہ انجام دیں گے؟ کسی کے پیروں میں اچھے پائے جوتوں کا جوڑا دیکھتے تو ناراض ہوتے کہ اس رکھ رکھاؤ کے ساتھ آپ اقامت دین کی جدوجہد کیا خاک کریں گے۔ کسی کارکن نے برسات میں چھتری خرید لی تو ناراض ہو کر نصیحت کی کہ دیکھو میاں! ضروریات ربڑ کی طرح ہوتی ہیں انہیں جتنا ہی کھینچو گے،

بڑھتی جائیں گی۔ لہذا انہیں کھینچ کھینچ کر بڑھاؤ مت، بڑھتی ہوئی ضروریات کا اسیر شخص اقامت دین جیسا پتہ ماری کا کام نہیں کر سکتا۔ سادگی، قناعت، توکل علی اللہ اور حصول مقصد کے لیے ایثار و قربانی کی انتہا تھی"5

جماعت اسلامی سے علیحدگی:

سید ابوالاعلی مودودی کی سیاسی فکر سے اختلاف کی بناء پر مولانا وحید الدین خان جماعت اسلامی سے الگ ہو گئے، کچھ عرصہ تبلیغی جماعت سے وابستہ رہے، یہاں بھی جماعت کی دینی فکر پسند نہ آئی، ندوۃ العلماء اور جمعیت علماء ہند سے بھی وابستہ رہے، ان تمام تنظیموں سے وابستگی اور پھر علیحدگی کے بعد مولانا اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ جماعتیں اپنے فکر و عمل میں ایک خاص سوچ رکھتی ہیں جس میں گروہی اور فرقہ کی عصبیت شامل ہے۔ مولانا بیان کرتے ہیں:

"میرے ذہن میں اول روز سے یہ تھا کہ مجھے اپنی کوئی علیحدہ جماعت بنانا نہیں ہے بلکہ موجودہ جماعتوں اور اداروں سے مل کر کام کرنا ہے۔ اس سلسلے میں اکثر بڑی جماعتوں اور اداروں کے ساتھ تنظیمی طور پر وابستہ ہوا۔ مگر تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ ہر جماعت اور ہر ادارہ، گروہی عصبیت کا شکار ہے۔ میرے جیسا آدمی کسی بھی ادارے یا جماعت کے ساتھ زیادہ فعال انداز میں کام نہیں کر سکتا۔ مثلاً میں اس معاملے میں جماعت اسلامی ہند سے وابستہ ہوا۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ جماعت اسلامی کی فکر کا سرچشمہ حقیقتاً قرآن و سنت نہیں ہے بلکہ وہ قرآن و سنت کی ایک منحرف سیاسی تعبیر ہے۔ چنانچہ میں زیادہ دیر تک جماعت اسلامی کے ساتھ نہ چل سکا۔ اسی طرح کچھ عرصے کے لیے میری وابستگی تبلیغی جماعت سے ہوئی، مگر اس کا تبلیغی جماعت بھی اصلا قرآن و سنت پر نہیں کھڑی ہوئی ہے۔ بلکہ وہ اپنی جماعتی انجیل پر کھڑی ہوئی ہے، جس کا نام فضائل اعمال ہے۔ اسی طرح میں چند سال کے لیے ندوۃ العلماء (لکھنو) سے وابستہ رہا، مگر میں نے پایا کہ یہاں کے ماحول میں خدا پرستی سے زیادہ شخصیت پرستی کا غلبہ ہے۔ یہ بلاشبہ ایک مبتدعانہ مزاج تھا۔ میں اس مزاج کے ساتھ مصالحت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس سے بھی میرا تعلق ٹوٹ گیا۔ یہی معاملہ جمعیت علماء ہند کے ساتھ پیش آیا۔ اس کے ساتھ میں چند سال تک وابستہ رہا مگر آخر کار معلوم ہوا کہ جمعیت علماء ہند کا سارا زور عملی سیاست پر ہے اور ملی سیاست میرے دعوتی مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی۔ ان تجربات کے بعد آخر کار میں نے ۱۹۷۶ء میں ماہانہ الرسالہ، جاری کیا۔ الرسالہ اپنی ابتدا ہی سے صرف ایک ماہنامہ نہیں تھا بلکہ مشن تھا۔ الرسالہ کا مقصد اسلام کو مسلمانوں کی قومی سیاست سے الگ ہو کر خالص دعوتی حیثیت سے زندہ کرنا تھا۔ خدا کی توفیق سے الرسالہ اسی پیج پر قائم ہے۔ کوئی بھی شخص الرسالہ کے شماروں کا مطالعہ کر کے اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے"6

علمی زندگی:

مولانا وحید الدین خان کی علمی زندگی، عملی یا دعوتی زندگی سے مختلف نہیں ہے کیونکہ جو ان کی دعوتی زندگی ہے وہی ان کی علمی زندگی ہے۔ مولانا صاحب کی علمی زندگی دو ادوار میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

۱۔ ۱۹۷۶ء سے پہلے کا زمانہ

۲۔ ۱۹۷۶ء سے بعد کا زمانہ

۱۹۷۶ء سے پہلے کا زمانہ:

عربی زبان تو مولانا نے بچپن ہی سے پڑھنا شروع کر دی تھی اور بعد میں مدرسۃ الاصلاح میں پڑھنے کی وجہ سے ان کے اندر جو مذہبی رجحان تھا اس کو اور تقویت ملی، ان کے پہلے مضمون، قرآن کا مطلوب انسان، جماعت اسلامی کے سہ روزہ اخبار، دعوت، کے شمارہ میں ۱۹۵۵ء میں چھپا۔ ۱۹۵۵ء کے بعد سے ان کے مضامین بہت سے اردو اخباروں اور رسالوں میں چھپنے شروع ہوئے۔ ان میں زیادہ مشہور نگار، شاعر، پیام تو تعلیم، عصمت، ندائے ملت، الفرقان، دعوت اور زندگی وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ سہ روزہ کے لیے الجمعیۃ میں ایڈیٹر کی حیثیت سے ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۴ء تک کام بھی کرتے رہے۔

اس دور میں مولانا صاحب کے لیے کوئی خاص راہ متعین نہ تھی جہاں کہیں بھی دین کا کوئی کام ہوتا دیکھتے اس کا ساتھ دینے کی کوشش کرتے۔ اس سلسلے میں مولانا نے مختلف مذہبی و سیاسی جماعتوں کے ساتھ ملکر کام کیا اور اسی دور میں ہی مولانا نے انگزیری زبان سیکھی اور مغربی مفکرین کا مطالعہ کیا۔ ۱۹۶۳ء میں مولانا نے دوبارہ نئے سرے سے دین کا مطالعہ از سر نو کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسلام کی اساسات کو جاننے کے لیے اس کے اصل مصادر و مراجع کی طرف رخ کیا۔ ان دنوں مولانا صاحب کے تین ہی شوق تھے پہلا انگریزی سیکھنا، دوسرا مغربی مفکرین کے نظریات کا مطالعہ کرنا اور تیسرا اور آخری دین کو نئے سرے سے اس کے اصل ماخذ کے ساتھ پڑھنے میں مشغول رہنا، ان تینوں میں مولانا میں جنون کی کیفیت پائی جاتی تھی جس کا ذکر مختلف جگہوں پر وہ خود کرتے ہیں مثلاً انگریزی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"میں اعظم گڑھ میں اپنے بڑے بھائی عبد العزیز خان کے ساتھ مقیم تھا۔ عجیب بات ہے کہ کوئی بھی شخص مجھے حوصلہ افزائی کرنے والا نہیں ملا۔ میرے بڑے بھائی نے جب یہ دیکھا کہ میں انگریزی زبان سیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا۔ بڈھا طوطا کیا پڑھے گا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں باقی منزل (اعظم گڑھ) میں انگریزی اخبار ہندوستان ٹائمز کھول کر اسے دیکھ رہا تھا کہ مولانا شہباز اصلاحی وہاں آ گئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ کچھ سمجھ بھی ہے یا یوں ہی انگریزی اخبار لے کر بیٹھے ہوئے ہو، اس زمانے میں میرا یہ حال تھا کہ ہر وقت میں انگریزی کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ میری اس عادت پر میری ماں غصہ ہوتی تھیں اور کہتی تھیں کہ تم کسی نہ کسی دن سڑک پر کسی گاڑی سے ٹکر اجاؤ گے۔ 7 انگریزی کے بعد مغربی مفکرین کو پڑھنے کا شوق چڑھا تو گھنٹوں مہتاب لائبریری میں بیٹھ کر جدید دور کے مغربی سکالرز کی کتابیں پڑھنے بیٹھ گئے۔ یہاں مختلف سکالرز کی کتابیں روزانہ گھنٹوں بیٹھ کر پڑھتے۔ مغربی سکالرز کو پڑھنے کے بعد عام آدمی لازمی طور پر ان سے متاثر ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی فلسفیانہ باتیں عام آدمی کے مسائل کا سطحی حل بتاتی ہیں اور جہاں انسان کو اس کے مسائل کا حل ملے پھر اس کے گیت گاتا ہے اور دین چونکہ انسان کی آزمائش چاہتا ہے اور آزمائش ہمیشہ مشکل ہی ہوتی ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آدمی دین سے دور ہوتا جاتا ہے اور ایک وقت آتا ہے کہ خود کو کلی طور پر مار دیتا ہے یا جزوی طور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آرام کرنے کے لیے بھیج دیتا ہے۔ مگر مولانا کے ساتھ معاملہ اس کے برعکس ہوا۔ وہ جوں جوں ان کا مطالعہ کرتے گئے توں توں ان کا ایمان اللہ پر مضبوط ہوتا گیا۔ وسعت مطالعہ نے ان کے ذہن کے سوتے کھول دیئے تاکہ دین ذہن کی آبیاری کر سکے۔ مغربی سکالرز کے رد عمل کو مولانا یوں بیان کرتے ہیں: یہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے میں نے طے کیا کہ میں برٹرینڈ رسل (۱۹۷۲ء-۱۹۷۰ء) کو پڑھ ڈالوں۔ خوش قسمتی سے میرے قریب شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ کی لائبریری میں مجھے

رسل کی کتابوں کا پورا سیٹ مل گیا۔ مگر جب میں ان کتابوں کو لے کر گھر پہنچا تو میری بیوی ان کو دیکھ کر بہت متوحش ہوئیں۔ اب آپ ضرور گمراہ ہو جائیں گے، انہوں نے کہا۔ رسل اس دور میں معروف ترین ملحد ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تصنیفات کو پڑھنا عام دینی ذوق کے مطابق خطرے سے خالی نہ تھا مگر خدا کا شکر ہے کہ میں رسل کی دنیا میں داخل ہو کر اس طرح سے نکلا کہ میرا ایمان پہلے سے زیادہ پختہ ہو چکا تھا"8

جدت کا فائدہ:

جدیدیت کا نقصان ہونے کی بجائے الٹا مولانا صاحب کو فائدہ ہوا۔ کیونکہ اب وہ اس قابل ہو گئے تھے کہ اسلامی تعلیمات کو عصری اسلوب میں پیش کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے اندر یہ احساس بھی شدت سے جاگا کہ انہیں دوبارہ دین کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر مولانا نے بڑے زور و شور کے ساتھ اسلام کا مطالعہ از سر نو شروع کیا اور اس شدت سے شروع کیا کہ وہ نیا مافہیا سے بے نیاز ہو گئے۔

مولانا مختلف اخبارات و جرائد میں لکھتے رہے۔ ان میں سے بیشتر مضامین اسلام اور عصر حاضر کے عنوان کے متعلق ہوتے تھے۔ اس کے بعد اس موضوع پر ان کی پہلی مفصل کتاب، علم جدید کا چیلنج ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی اور اسلام کے مفصل مطالعے کے بعد جو کتاب ان کی طرف سے منظر عام پر آئی وہ ۱۹۷۵ء میں چھپنے والی کتاب، اسلام، تھی۔

۱۹۷۶ء کے بعد کا زمانہ مفصل:

الرسالہ کا اجراء:

اکتوبر ۱۹۷۶ء میں، الرسالہ کا پہلا پرچہ جاری ہوا۔ یہاں سے مولانا کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا، ایک نئی زندگی کی ابتدا ہوئی۔ ان کی زندگی جس مقصد کے حصول کے لیے بھٹک رہی تھی اس کو بالآخر الرسالہ کے ساتھ ہی وہ مقصد مل گیا۔ اس رسالے کا نام ڈاکٹر ظفر الاسلام خان مولانا کے فرزند (پیدائش ۱۹۴۸ء) نے تجویز کیا۔ شروع میں یہ رسالہ محض ایک ماہنامہ تھا مگر بہت جلد ہی ایک مشن کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس کے ذریعے مولانا نے مغربی دنیا تک اسلام کو جدید انداز میں پھیلانا شروع کیا اور یہ کام آج تک جاری و ساری ہے۔ مولانا کا ایک خاص فلسفہ ہے اہم چیز خدا کا تصور ہے اور انذار آخرت کی دعوت ہے۔ باقی نبوت اور اجتماعیت ایک ثانوی حیثیت سے ان دونوں مقاصد کے حصول کے لیے کام کرتی ہیں اور یہی خاص رنگ ان کی تحریروں میں جھلکتا ہے یہ بات ان کی تفسیر میں بھی نظر آتی ہے چونکہ ان کی فکر میں اجتماعیت کا تصور نہیں صرف انفرادیت ہی انفرادیت ہے اس لئے ان کی بات مغربی ممالک کو ناگوار نہیں گزرتی اور وہ ان کی بات سن لیتے ہیں۔ اپنے اس نظریے کو مولانا خود اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"میں اپنے تفصیلی مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیمات مکمل طور پر خدا اور آخرت کے مرکزی تصور پر مبنی ہیں۔ اسلام میں دعوت دراصل انذار آخرت کی دعوت ہے۔ انسان کے اندر متقیانہ ذہن بنانا اور اس کے اندر ربانی شخصیت کی تعمیر کرنا، یہی اسلام کی دعوت کا اصل نشانہ ہے۔ یہی میرا ذہن آج بھی ہے"9

اس الرسالہ ہی کی بدولت مغربی دنیا کے اندر مولانا کی فکر پہنچی، پھر ان کے نقطہ نظر کو جاننے کے لیے مختلف ممالک سے دعوت نامے آنے شروع ہو گئے۔ مختلف کانفرنسوں میں انہیں بلایا جانے لگا۔ بلایا تو پہلے بھی جاتا تھا مگر صرف ملکی سطح پر ہونے والی کانفرنسوں میں مگر اس اشاعت کے بعد پوری دنیا میں ان کو پذیرائی ملی۔ ۱۹۷۶ء سے اس سلسلے میں مولانا کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس سال مسلم، کرسچن ڈائیلاگ میں شرکت کی جو لیبیا کی دارالحکومت طرابلس میں ہوا تھا۔ اس میں مسلمانوں کی طرف سے جامعۃ الازہر (قاہرہ) کے نمائندہ نے شرکت کی اور ویٹیکن (روم) نے مسیحیت کی طرف سے نمائندگی کی۔ ان کی دعوت پر مولانا نے اس میں شرکت کی۔ مولانا خود لکھتے ہیں:

”اس کے بعد عالمی سفروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ملک کے اندر اور ملک کے باہر مسلسل طور پر مختلف مذاہب کی عالمی کانفرنسیں ہوتی رہتی ہیں۔ مجھے ان کانفرنسوں میں ہر جگہ بلایا جانے لگا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ میرے بارے میں یہ مشہور ہو گیا کہ وہ مسلم علماء میں معتدل اور سائنٹفک ذہن کے آدمی ہیں اور اسلام کی پر امن تشریح پیش کرتے ہیں۔ اس طرح مجھے یہ موقع مل گیا کہ میں ہر جگہ جا کر عالمی اجتماعات میں اسلام کی تعلیمات کو مثبت انداز میں پیش کروں۔ یہ اسفار جو تادم تحریر جاری ہیں ان کا مختصر تذکرہ میرے ان سفروں میں دیکھا جا سکتا ہے جو برابر الرسالہ میں چھپتے رہتے ہیں۔ ان سفروں کے تجربات بہت سبق آموز ہیں مثلا میں نے غیر مسلموں کے ایک اجتماع میں اسلام کا تعارف پیش کیا۔ اس میں میں نے کہا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے اندر انسانی خیر خواہی کا مزاج پیدا کرتا ہے۔ وہ اہل ایمان کو انسان دوست بناتا ہے۔ آخر میں ایک غیر مسلم نے کھڑے ہو کر کہا آج میں نے اسلام کا سچا تعارف حاصل کیا۔ اب میں نے یہ طے کیا کہ آج سے میں نہ صرف انسان فرینڈلی بنوں گا بلکہ اس کے ساتھ میں اسلام فرینڈلی بھی بنوں گا“10

مولانا کی علمی اور دعوتی خدمات اسلام کے لیے بے شمار ہیں ان سے کوئی ذی شعور انسان انکار نہیں کر سکتا۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1۔ انہوں نے سیاسی مقاصد سے ہٹ کر خالص دینی بنیادوں پر کام کیا ہے۔

2۔ الرسالہ ایک ایسا مشن ہے جو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

3۔ سینٹر فار پیس اینڈ اسپر یچولٹی جو کہ ہفتہ وار کلاس ہے، انگریزی طبقے سے متاثر نوجوانوں کو اسلام کی تبلیغ کے لیے ایک مرکز ہے۔ قابل ستائش عمل ہے۔

تصانیف:

اب تک مولانا صاحب کی دو سو سے زیادہ کتب چھپ چکی ہیں۔ جن کے انگریزی، عربی اور کئی علاقائی زبانوں میں تراجم بھی ہو

چکے ہیں۔ ان میں چند ایک کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا گیا ہے:

1۔ تذکیر القرآن:

یہ قرآن پاک کی دعوتی انداز میں لکھی گئی تفسیر ہے۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی زبان نہایت آسان اور شیریں

ہے اور پڑھنے والے کو مکمل ابلاغ دیتی ہے۔ تمام نحوی، صرفی، فقہی، ادبی اور صوفی انداز سے ہٹ کر لکھی گئی اپنی نوعیت کی واحد تفسیر ہے۔ اسکا مطالعہ ایسے شخص کے لیے موزوں ہے جو آخرت کے حوالے سے خدا کا تصور جانا چاہتا ہو۔

2۔ماہنامہ الرسالہ:

الرسالہ کے نام سے ۱۹۷۶ء سے تاحال ایک ماہوار شمارہ جاری ہے۔ یہ چالیس پچاس صفحات کا ایک شمارہ ہوتا ہے جس میں صرف مولانا صاحب کی تحریر میں ہوتی ہیں۔ اس کا انگریزی میں بھی ترجمہ چھپتا ہے۔ اس میں زیادہ تر موضوع قرآن کی کسی آیت کی تشریح، مولانا کے اسفار اور ان کے تجربات پر مشتمل ہوتے ہیں اور عام طور پر مضمون چند صفحات سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے عام قاری بھی اپنی دلچسپی کھوئے بغیر جہاں سے ہی چاہے وہاں سے پڑھنا شروع کر سکتا ہے۔

3۔ علم جدید کا چیلنج:

یہ اسلام اور عصر حاضر کے موضوع پر مولانا کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس میں سائنسی ایجادات کے قرآن و عقل کے ذریعے جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ شاید اس موضوع پر اپنی طرز کی پہلی اردو کتاب ہے کیونکہ یہ 1966ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اس کے بعد انہی سوالات کو لے کر اور لوگوں نے بھی اس موضوع پر کتب لکھی ہیں۔ اس کا مطالعہ ایک ایسے شخص کے لیے بہت ضروری ہے جو ہر چیز کو سائنسی انداز میں پرکھنے کا قائل ہو۔

4۔الاسلام:

دین کی تعبیر و تشریح کے اعتبار سے مولانا کی سب سے پہلی مفصل کتاب ہے جو ۱۹۷۵ء میں مکمل ہو کر شائع ہوئی۔ اس میں مولانا صاحب دین کو جس نظر سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں اس کی مکمل وضاحت موجود ہے۔ جیسے ہر بڑے عالم کے نزدیک اسلام کا ایک تصور ہے اور وہ اس تصور میں پورے اسلام کو دیکھتا ہے بالکل اسی طرح، الاسلام، مولانا کے تصورات دین کی عکاسی ہے۔ جو حضرات مولانا صاحب کے تصورات دین پڑھنا چاہتے ہیں یا ان کے بارے میں تنقید کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

5۔ مذہب اور سائنس:

مذہب اور سائنس کے موازنے کے بارے میں یہ بہت اچھی کتاب ہے۔ اس کتاب میں مولانا صاحب کے تمام سائنسی تصورات کا قرآن مجید سے موازنہ کر کے بتایا گیا ہے کہ سائنس مذہب سے الگ کوئی چیز نہیں۔ بلکہ سائنس تو قرآن حکیم کی عملی تصویر ہے۔ وہ تصورات جو قرآن نے آج سے چودہ سو سال پہلے دیئے تھے ان کی تصدیق سائنس نے آج کی ہے۔

6۔ تعبیر کی غلطی:

اس کتاب میں مولانا نے دین کی تعبیر کے حوالے سے ان غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو ان کی نظر میں دوسرے علماء (خصوصا سید ابوالاعلی مودودی (۱۹۰۳-۱۹۷۹) سے ہوئیں۔ مولانا صاحب کی فکر کے مطابق ان علماء نے بات کو صحیح نہیں سمجھا اور ان کو چاہیے کہ وہ ان اعتراضات کی روشنی میں اپنے نظریات کا از سر نو جائزہ لیں جیسا کہ مولانا نے خود کیا ہے۔ انہوں نے اپنی پہلے کی

زندگی اور بعد کی زندگی کا موازنہ کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ کہ انسان غلطیاں کرتا رہتا ہے اگر وہ اپنی اصلاح کرلے تو وہ غلطی، غلطی نہیں رہتی بلکہ خوبی بن جاتی ہے لیکن اگر غلطی واضح ہو جانے کے بعد بھی کوئی اپنی غلطی پر قائم رہے تو یہ اس کا بڑا پن نہیں بلکہ علم کی کمی ہے۔

7۔ پیغمبر انقلاب:

یہ سیرت ﷺ پر لکھی جانے والی کتاب ہے۔ اس کو ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔ اس میں زیادہ تر انہوں نے نبی کریم کی زندگی کو بیان کیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کی زندگی کو شعار بنائیں۔ اس میں مسلمانوں کو یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مدنی دور کا باسی تصور کرتے ہیں حالانکہ بات اس کے برعکس ہے۔ انہیں نبی ﷺ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے صلح حدیبیہ کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

8۔ ڈائری (۱۹۸۳ء تا ۱۹۹۲ء):

یہ مولانا صاحب کی مختلف سیمینار اور مختلف ممالک کے اسفار پر مشتمل کتاب ہے۔ یہ قسط وار ہر سال چھپ رہی ہے۔ اس میں بیرون ملک پیش آنے والی کانفرنسوں کے حالات اور لوگوں کے رویوں کا ذکر ملتا ہے۔ اصل میں یہ مولانا صاحب کی ذاتی ڈائری ہے جو ایک کتاب کی شکل میں ہر سال چھپتی ہے۔

9۔ راز حیات:

اس کتاب میں مختلف حلقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی ترقی کے اسباب، قصوں کی شکل میں تحریر کئے گئے ہیں اور اس کے بعد ان کی مثال کو سامنے رکھ کر قاری کو تلقین کی جاتی ہے کہ اگر وہ کامیاب زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان واقعات سے سبق حاصل کرے اور بندہ مومن وہی ہوتا ہے جو دوسروں کو بھی جینے دے اور خود بھی امن سے جئے۔ یہ زندگی سے مایوس یا ایسے افراد جن کے سامنے زندگی کا کوئی رخ متعین نہیں ان کے لیے ایک بہترین کتاب ہے۔

10۔ مطالعہ حدیث:

یہ کتاب حدیث رسول ﷺ کے متعلق مولانا کا جو نقطہ نظر ہے اس کی جامع عکاسی کرتی ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ حدیث دین کے سمجھنے اور زندگی کے شرعی مسائل کے حل کے لیے کس طرح معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

11۔ سفر نامے:

آپ کے سفر نامے کافی مشہور ہیں، جیسے سفر نامہ غیر ملکی اسفار جلد اول، دوم، سفر نامہ اسپین و فلسطین، اسفار ہند وغیرہ

نتائج:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مولانا وحید الدین خان کی یہ ایوارڈ یافتہ کتاب اس وجہ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اس میں رول اللہ ﷺ کو ایک کامیاب انسان اور لیڈر کے طور پر ثابت کیا گیا ہے۔ اس میں پیغمبرِ اسلام ﷺ کی دعوتِ انقلاب کو عظیم پیرائے میں سمو دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے ان قائدانہ صلاحیتوں کو اپنائے نیز اس کتاب کا مطالعہ ہر خاص و عام کے لئے یکساں مفید ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1 احسن تہامی، دارالتذکیر، غزنی سٹریٹ، لاہور، شمارہ 2 فروری، 2006ء، ج 19، ص 2-3

2 الغاشیہ، 17

3 ماہنامہ تذکیر، ج 19، شمارہ 2 فروری، 2006ء ص 2-3،

4 ماہنامہ تذکیر، ج 19، شمارہ 2 فروری، 2006ء ص 2-3،

5 ندوی، ڈاکٹر محسن عثمانی، مولانا وحید الدین خان، علماء اور دانشوروں کی نظر میں، قاضی پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی، 1998، ص 105

6 ماہنامہ تذکیر، ج 19، شمارہ 2 فروری، 2006ء ص 2-3،

7 ماہنامہ تذکیر، ج 19، شمارہ 2 فروری، 2006ء ص 2-3،

8 خان، وحید الدین، مولانا، مذہب اور سائنس، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی، ص 23

9 خان، وحید الدین، مولانا، تعبیر کی غلطی، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی، ص 15

10 ماہنامہ تذکیر، ج 19، شمارہ 2 فروری، 2006ء ص 2-3.